20 Years of Celebrating the Arts
India Foundation for the Arts
I F A

JNU

اردو پاپولر کلچر / عوامی ثقافت

کانفرنس کے لئے مقالے درکار ہیں

تصویرِ اردو اور سینٹر فار انڈین لینگویجز (جواہر لعل نہرو یونی ورسٹی، نئی دہلی) کی جانب سے
8-9 ستمبر 2017 کو منعقد ہونے والی کانفرنس میں مقالہ پیش کرنے کے لیے تجاویز مطلوب ہیں۔

اردو میں معیاری اور مستند شعر و ادب کے علاوہ اس کا ایک پاپولر یا عوامی کلچر بھی ہے جس میں فلمی گانے، جاسوسی ناول، غزل گائیکی، مشاعرے، قوالیاں اور رکشا و موٹر گاڑیوں کے پیچھے لکھے اشعار وغیرہ شامل ہیں جو اردو کلاسیکی ادب سے شاید کہیں زیادہ مقبول ہے اور اردو کو 'زندہ' رکھنے میں کہیں زیادہ کامیاب۔ باوجود اس کے اردو کے کچھ حامیوں کو مسلسل یہ شکایت رہتی ہے کہ ہندستان میں اردو ختم ہو رہی ہے۔ تو عوامی کلچر کی وہ کیا شکلیں ہیں جو معیاری اردو سے نیچے کی سطحوں پر پھلتی پھولتی ہیں اور یہ اردو کی کلاسیکی اصناف سے کس طرح مختلف ہیں۔ اور یہ کہ اردو میں عوامی اور کلاسیکی کے درمیان کہاں لکیر کھینچی جا سکتی ہے؟ حالانکہ جو مثالیں اوپر دی گئیں ہیں وہ پاپولر یا عوامی ثقافت کا حصہ سمجھی جاتی ہیں مگر دراصل یہ شاید کبھی بھی اردو کے معیاری یا کلاسیکی ادب سے جدا نہیں رہیں۔ اردو کبھی بھی یک رنگی اور یک رخی زبان نہیں رہی ہے۔ یہ پچھلی کئی صدیوں سے ذخیرۂ الفاظ، جغرافیے اور شعریات وغیرہ کے لحاظ سے بدلتی رہی اور اس میں طرح طرح کی ثقافتی آمیزش بھی ہوتی رہی جس کی وجہ سے اس کے 'عوامی' اور 'کلاسیکی' کلچر کا تصور مسلسل بدلتا رہا ہے۔ مزید یہ کہ اس میں مقامی اور علاقائی سطح پر جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ تو ایک اہم اور قابل غور پہلو ہیں ہی۔

ادب کے شرفا نے بازاروں کے لٹریچر کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا کیونکہ وہ اردو ادب کے مستند پیمانوں پر پورا نہیں اترتا۔ ویسے اس عوامی کلچر کے لیے اظہار تحقیر اور ناپسندیدگی کوئی نئی بات نہیں۔ خود اردو شاعری کو اس کے ابتدائی دور میں مستند فارسی ادب نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ مثلاً اردو/ ہندوی کے ابتدائی شاعر امیر خسرو نے ہندوی میں شعر کہے لیکن ان کی محفوظ اور مستند فارسی شاعری کی وجہ سے آج تک ادب کے اسکالروں نے ان کی عوامی شاعری کو قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ اسی طرح نظیر اکبر آبادی نے جب میر اور سودا کی کلاسیکی شاعری کے برعکس میلوں ٹھیلوں کی کھلنڈری شاعری کی تو انہیں بازاری شاعر سمجھ کر کلاسیکی ادب کے دائرے سے باہر رکھا گیا۔ لیکن یہ ذولسانیت ایک ایسی صفت تھی جس نے خسرو، غالب اور اقبال جیسے شاعروں کو اپنے کلام میں اپنی مٹی کی خوشبو بسانے کی صلاحیت عطا کی بمقابلہ اس فارسی کے جس میں ان کی باقاعدہ تربیت ہوئی تھی۔ ان شعرا نے اپنی دونوں شناختوں کو برقرار رکھا۔ ایک طرف اعلیٰ اردو یا فارسی اور دوسری طرف مقامی بھاشا، حالانکہ دونوں زبانوں میں ان کے مضامین کی گہرائی میں بہت زیادہ فرق نہیں۔ غرض یہ کہ اردو میں کلاسیکی اور پاپولر کے بیچ ایک لکیر کھینچنا آسان نہیں کیونکہ بہت سے شاعر اور ان کے قاری اس لکیر کو عبور کرتے رہے ہیں اور اسے اِدھر سے اُدھر کھسکاتے رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ آج ہندستان میں غالب، میر اور فیض کے دیوان اردو سے زیادہ دیوناگری رسم الخط میں شایع ہو رہے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کے چاہنے والوں کا دائرہ 'اردو داں' طبقے سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ ایک حالیہ تبدیلی یہ بھی ہے کہ اردو شاعری اپنے روایتی دائروں کو توڑ رہی ہے۔ ٹی وی، سنیما اور ریڈیو پر تو یہ مقبول تھی ہی سوشل میڈیا پر بھی اردو ایک فیشن بنتی جا رہی ہے۔ اسی طرح اردو داستان گوئی کی دم توڑتی ہوئی روایت ایک بار پھر سے زندہ ہوتی نظر آ رہی ہے اور بڑی بڑی کارپوریٹ کمپنیاں اس کی پیش کش کے لیے مالی تعاون فراہم کر رہی ہیں۔ یعنی اردو اب نئے اور غیر معروف علاقوں میں مثلاً ہندستان کے انگریزی بولنے والے اشرافیہ کے یہاں بھی اپنی جگہ بنا رہی ہے۔

اہم سوال یہ ہے کہ ہندستان میں اردو کس کی زبان ہے، یا کس کے لیے اسے زندہ رہنا ہے؟ ویسے تو تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے میدان میں اردو کی ترقی کے لیے بہتیری کوششیں کی جا رہی ہیں۔ زبان کو ذریعۂ معاش اور صنعت سے وابستہ کرنے کے لیے کئی سرکاری اور غیر سرکاری ادارے کام کر رہے ہیں، مگر اردو کو روزگار سے جوڑنے کی کوششوں کو بسا اوقات مذہبی زاویہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس طرح اردو مسلم ووٹ بینک کی سیاست کا شکار ہو جاتی ہے۔ ایسے میں اردو کا دوسرا پہلو، یعنی زبان کا بِنا کسی مذہبی شناخت کے عوام الناس میں مقبول ہونا، کیا اس زبان کو زندہ رکھنے کا زیادہ فطری اور کارگر طریقہ نہیں ہے؟ کیا اردو والے ایک دم توڑتی ہوئی تہذیب کو بچانے کی خاطر اپنی زبان کو گھروں کی چہار دیواری میں مقید کر دیں؟ یا اسے آزاد کر کے سڑک اور بازار میں تھوڑا میلا ہونے دیں، تا کہ وہ اور زیادہ مضبوط اور توانا ہو کر سامنے آ سکے؟ اور اس سے اہم یہ سوال ہے کہ آخر یہ 'اردو والے' ہیں کون، خاص طور پر آج کے ہندستان میں؟ مشاعرہ، قوالی، نشر و اشاعت، صحافت، سنیما اور گلی کوچوں کی شاعری وغیرہ پر گفتگو کرتے وقت یہ اور ان جیسے کئی سوالوں کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

ذیل میں چند ایسے میدانوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جہاں اردو کا پاپولر کلچر آج بھی زندہ ہے یا کم از کم زندہ رہنے کی کوشش کر رہا ہے، جس پر اس کانفرنس میں گفتگو کرنے کی ضرورت ہے:

1- اردو مشاعرے
2- غزل گائیکی
3- عوام کی عشقیہ شاعری
4- اردو میں اسلامی اور دیگر مذہبی ادب
5- مذہبی رسوم کا ادب (مثلاً نعت، قوالی، نوحہ، مرثیہ وغیرہ)
6- نئی صوفیانہ موسیقی اور اردو
7- بمبیا سنیما اور اردو
8- ریڈیو اور ٹی وی پر اردو
9- اخبارات اور اشتہارات میں اردو
10- اردو میں صنعتِ نشر و اشاعت: تکنالوجی اور بازار
11- اردو میں خواتین کے پاپولر میگزین
12- جاسوسی ادب
13- اردو خطاطی اور سجاوٹی آرٹ
14- اردو لوک گیت/ محاورے
15- کمپیوٹر میں اردو، نئے فونٹ اور ڈیزائن
16- سیاست میں اردو کا استعمال
17- سرکاری کاموں/ سرکاری ملازمت کے امتحانوں میں اردو
18- داستان گوئی اور تھیٹر میں اردو
19- اردو میڈیم اسکول، مدرسے
20- مزاحیہ شاعری اور لطیفے وغیرہ

مذکورہ بالا میدانوں/ موضوعات کے علاوہ اردو پاپولر کلچر کے اور بھی کئی مناسب موضوعات اور تحقیقی میدان ہو سکتے ہیں جن پر اہل علم و دانش سے مضامین مطلوب ہیں۔ ازراہ کرم کانفرنس میں پیش کرنے کے لیے اپنے مجوزہ مقالے کا خاکہ جو تقریباً 500 الفاظ کو محیط ہوں، ہمیں اس پتے پر ای میل سے بھیجیں: conference@tasveereurdu.in جس میں آپ کے تحقیقی کام کا مختصر احوال بھی ہو۔ آپ کی تجاویز ہمیں 10 اپریل 2017 تک موصول ہو جانی چاہئیں۔ اگر آپ کے مقالے کا موضوع کانفرنس کیلئے منتخب کیا گیا تو آپ کو پورا مقالہ 10 اگست 2017 تک مکمل کر کے ہمیں بھیجنا ہوگا۔

مزید اطلاعات کے لیے رجوع کریں: http://tasveereurdu.in

کنوینر: پروفیسر مظہر مہدی، سینٹر فار انڈین لینگویجز (جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی)
منتظم: یوسف سعید، نئی دہلی: saeed.yousuf@gmail.com

اس کانفرنس کو انڈیا فاؤنڈیشن فار دی آرٹس (بینگلور) کے آرٹس ریسرچ پروگرام کے تعاون سے منعقد کیا جا رہا ہے۔